OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.8 Issue 9 June 2021

تزویج نبوی ﷺ قبل از بعثت کی تشریعی حیثیت

The Legislative Status Of Tezvij-e-Nabvi ﷺ (Prophetic Marriage) Before Prophethood

Dr. Syeda Sadia
Assistant Professor, Dept. of Arabic & Islamic Studies, Govt. College for Women University, Sialkot.

Abstract: Marriage is acknowledged a blessing and recognized as not only an imperative and fundamental basis of the society but also a " sacred covenant". It has vividly been mentioned in Quran:

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

As such, it is taken as the complete half of our religion and the Sunnh of the Prophets(A.S). By following this Sunnah (tradition) of the Prophets(A.S) Hazrat Muhammad ﷺ took Hazrat Khadija (R.A) in HIS marriage contract in HIS youth, SHE (R.A) entered HIS house as HIS wife and before prophethood whatever the role played by this Tezvij-e-Nabviﷺ (prophetic marriage) in the carrying out HIS Apostleship duties(Nabuwah Faraiydh) are quite conspicuous and evident to all intellectuals and scholar. Indeed this marital relationship, is an imperative and vital event for the grounding of great 'Dawa'h Mission' which encompasses and has an immense support, consent and success of the Prophet ﷺ regarding its far-reaching impacts as well as in its fairish accomplishment emotionally and psychologically, socially and economically, politically and culturally. Besides, due to this marriage with Hazrat Khadija (R.A), before prophethood many Sharia'h rules(legislative commands) and Sunnah are deduced from Makki time of Nubuawwa (apostleship) Thus in this current article the " The legislative Status of Tezvij-e-Nabviﷺ before Prophethood" would be thrashed out and discussed on in detail and in an research oriented way under the following important points :

- .. Nikah matters,
- ..Vilayet e Nikah (Marriage guardianship)
- ..The customs of helding Nikah
- .. AQD (marriage contract) with divorced/widow
- .. Walima Invitation (marriage Banquet)
- .. Upbringing and maintenance of 'Reba'ib (step Children)
- .. Issue of compatibility (Kufv)
- .. Relation with kith and kins and friends
- .. Kind Behavior (Ties of kinship)
- .. Mutual trade between spouses

Keywords: Tazvij (Nikah), Status, Legislative, Prophethood, Imperative Matters, suggestions

تزویج کا معنی و مفہوم:

تزویج عربی زبان کا لفظ ہے جو کہ نکاح یا عقد کے ہم معنی ہے۔ جیسا کہ ابو القاسم زجاجی لکھتے ہیں کہ :

فاذا قالو انكح فلان فلانةينكہحا نكحاونكاحا ارادو تزوجہا۔[1]

یعنی عربی زبان میں جب کہا جاتا ہے کہ فلاں نے فلاں سے نکاح کیا تو اس کے لیے تزویج کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں بھی تزویج کا لفظ نکاح کے معنوں میں ہی آیا ہے۔ سنن ابن ماجہ کی روایت ہے کہ :

لا تزوج المرأة المرأة، ولا تزوج المرأة نفسها، فإن الزانية هي التي تزوج نفسها[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "عورت عورت کا نکاح نہ کرائے، اور نہ عورت خود اپنا نکاح کرے، پس بدکار وہی عورت ہے جو اپنا نکاح خود کرتی ہے"

فقہاء کے نزدیک نکاح سے مراد ایسا عقد ہے جس سے ملک المتعہ کا فائدہ حاصل ہو۔ یعنی مرد کا عورت سے نفعہ لینا حلال ہو جائے۔

تاہم نکاح کی جامع تعریف یوں ہو سکتی ہے کہ

نکاح مرد اور عورت کا ایک ایسا باہمی ربط ہے جس کے تحت ان کے درمیان جنسی تعلق جائز ہو جاتا ہے اور دیوانی حقوق و فرائض مرتب ہوتے ہیں۔[3]

نکاح سنتِ آدم علیہ السلام ہے جو صدیوں سے بلا اختلاف جاری و ساری ہے۔

ابن عابدین شامی ردالمختار میں لکھتے ہیں کہ :

لیس لنا عبادة شرعت من عهد آدم الی الآن ثم تستمرّ فی الجنة الا النکاح[4]

ہمارے لیے ایسی کوئی عبادت موجود نہیں جو عہد آدم علیہ السلام سے آج تک لگاتار مشروع ہو اور آگے جنت تک جاری رہے مگر سوائے نکاح کے۔"

یہی وجہ ہے اعتقادات و نظریات کے اختلاف اور تصادمِ تہذیب کے باوجود آج بھی اولاد آدم جس چیز کو سماجی ضرورت سمجھ کر اپنی زندگی کا جزو لاینفک تسلیم کرتی ہے وہ نکاح ہے۔ اپنی اپنی شریعت اور مذہبی رسوم کے مطابق انعقادِ نکاح قیامت تک جاری و ساری رہنے والا عمل ہے۔

تزویج نبوی ﷺ

نکاح نبی کریم ﷺ کی سنت اور پسندیدہ عمل ہے۔ یہ وہ عمل ہے جس سے نہ صرف صالح معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے بلکہ نفس انسانی سے مرتکب ہونے والے بے شمار گناہوں کا بھی خاتمہ ہوتا ہے۔ دورِ نبوت میں آپ ﷺ نے مختلف حکمتوں اور ضرورتوں کے تحت متعدد نکاح فرمائے۔ ان نکاحوں کے انعقاد، مراسم اور قیام سے جو اصول مستنبط ہوتے ہیں ان میں معاشرتی زندگی سے متعلق مکمل رہنمائی موجود ہے۔

قبل از بعثت نبی کریم ﷺ جب عروج شباب یعنی پچیس (۲۵) برس کی عمر میں تھے تو حضرت خدیجہ جو ملکہ عرب اور مطاہرہ یعنی پاکباز کے لقب سے ملقب تھیں انہوں آپ ﷺ کے خصائلِ شریفانہ سے متاثر ہو کر نکاح کا پیغام بھیجا جسے آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ یوں اعزیز و اقارب کی موجودگی میں اعلانیہ طور پر، مشرکانہ رسوم سے بالکل پاک دین حنیف کے مطابق ایک ایسا جوڑا رشتہ زوجیت منسلک ہو گیا جس کی حکمت اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

شیخ محمد صابونی تزویج نبوی از خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں حکمت الٰہی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ :

حضور نے حضرت خدیجہ کو ان کی اصابت رائے اور ذہانت و فطانت کی وجہ سے منتخب فرمایا۔ حضور ﷺ کی ان سے شادی ایک حکیمانہ شادی تھی، اور اس میں توفیق خداوندی شامل تھی۔ یہ عقل کی عقل سے شادی تھی۔ عمر کا فرق اس رشتے کے راستے میں کسی قسم کی رکاوٹ اس لیے نہ بن سکا کہ اس شادی کا مقصد قضائے شہوت نہیں تھا، بلکہ یہ شادی عظیم انسانی مقاصد کی خاطر عمل میں آئی تھی، حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور اللہ نے آپ کو رسالت کا بار گراں اٹھانے اور

تبلیغ کی ذمہ داریوں سے عہد برہونے کے لیے تیار کیا تھا،اس لیے اللہ نے حضور کے لیے اس پاکباز، عفت ماب، فطین اور عقل مند خاتون کے ساتھ زندگی گزارنا آسان بنادیا تاکہ تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں آپ کی مدد کرسکیں۔یہی وہ خوش قسمت ہیں جن کو عورتوں میں سب سے پہلے قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔[5]

بعض روایات کے مطابق حضرت خدیجہ رضی تعالیٰ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے جس جہاندیدہ بصیرت اور شرح صدر سے نوازا تھا، انہوں نے ﷺ کے چہرہ اطہر پر نبوت کا نور دیکھ لیا تھا۔چونکہ آپ ﷺ اور حضرت خدیجہ دونوں دور جاہلیت کی جہالت سے پاک تقریباًدین حنیف پر قائم تھے اس لیے آپ دونوں کا یہ نکاح اسلامی معاشرت کا پیش خیمہ تھا۔

قبل از بعثت تزویج نبوی کی تشریعی حیثیت

امت مسلمہ کا کامل یقین ہے کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ پیدائش سے لے کر وفات تک تمام کی تمام ایک بہترین نمونہ زندگی ہے۔جیسا کہ قرآن پاک میں بھی ہے:لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[6]"البتہ تمہارے لیے رسول اللہ کی حیات مبارکہ بہترین نمونہ ہے"

آپؐ کا بچپن،آپؐ کی جوانی اور بڑھاپہ سب ماخذ شریعت ہیں۔اور کیوں نہ ہو جب کائنات کی تخلیق کا مقصد ہی آپؐ ہیں۔ مسلسل اللہ رب العزت کی نگرانی اور تدبیرات میں تربیت پانے والے ھادی برحق اپنے زمانے کی ان تمام برائیوں سے محفوظ ایک منفرد اور مثالی زندگی گزاررہے تھے جس کا واضح اقرار خود زمانے نے آپ کو صادق وامین کہہ کر کیا۔

آپؐ بعثت سے قبل اپنی قوم کی مشرکانہ رسوم اور دیگر ناشائستہ حرکات اور اخلاق باختہ سرگرمیوں سے کلیۃ اجتناب فرمایا کرتے تھے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ اپنے معاشرے سے الگ تھلگ راہبانہ قسم کی زندگی بسر کرتے تھے۔آپ اپنی قوم کی صحت مند اور مفید سرگرمیوں میں فعال حصہ لیا کرتے تھے۔۔۔زندگی اور زندگی کے تقاضوں سے آنکھیں بند رکھنا آپ کی فطرت سلیمہ کو گوارا ہی نہ تھا۔[7]

الغرض آپؐ کی زندگی کا ہر عمل خواہ وہ نبوت سے پہلے صادر ہوا یا بعد از نبوت،اس کی تشریعی حیثیت مسلمّ ہے۔یہ ایک ایسا ماخذ ہے جس پر شریعت اسلامیہ کی پوری عمارت کھڑی ہے۔کیونکہ آپ ﷺ بچپن اور شباب میں بھی جب کہ منصب پیغمبری سے ممتاز نہیں ہوئے تھے مراسم شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے۔[8]

جہاں تک حضرت خدیجہ سے نکاح کی تشریعی حیثیت کی بات ہے تو ظاہر ہے کہ یہ کوئی عام نکاح نہیں تھا۔اس نکاح کی تمام مراسم آئیندہ دین اسلام کا حصہ بننے والی تھیں۔

عنایت اللہ ندوی لکھتے ہیں کہ :

"اللہ تعالی کی خاص عنایات نے آپ ؐ کو وہ عظیم کام انجام دینے کے لئے تیار کیا تھا جو حیات انسانی میں آپ کو انجام دینا تھا وہ یہ کہ تاریکیوں کو نور میں بدلنا تھا، تو انہی خاص عنایات نے یہ موقع بھی فراہم کیا تھا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جیسی عظیم خاتون آپ ؐ کی عظیم زوجۂ مطہرہ بن کر رہیں، جو اپنی محبت و شفقت اور قلب و روح سے آپ ؐ کے لئے باعث اطمئنان و تسلی بنتی رہیں، جو بھی اس عظیم ماں کی سیرت کا مطالعہ کرے گا وہ ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک طے شدہ تقدیری فیصلہ کے مطابق آپ ؐ کی زوجیت میں آتی ہیں، تاکہ نبی ﷺ کے ساتھ ایک بہترین اور اعلیٰ ترین کردار ادا کریں جو ایک خاتون کر سکتی ہے"[9]

یہ نکاح صالحہ بنیادوں پر ہوا۔اور اللہ نے جس شریعت کے نفاذ کے لیے آپ ﷺ کو منتخب فرمانا تھا اس پر پہلے ہی آپ ﷺ کو کاربند فرمادیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اباواجداد جن سے آپ ﷺ کی نسبت جڑنی تھی ان کو بھی صالح دین کی بنیاد پر معاشرت کے قیام کی ترغیب، الٰہی حکمت کے تحت ہی تھی تاکہ آپ ﷺ کی شخصیت پاک نسبوں سے ہوتے ہوئے پروان چڑھے۔

امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ : "آنحضرت ﷺ کے نسب میں حضرت آدم علیہ السلام تک جتنے بھی نکاح ہیں ان میں نکاح کے درست ہونے کی وہ تمام شرائط پائی جاتی ہیں جو ایک اسلامی نکاح کے لیے ضروری ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے نسب میں کوئی نکاح ایسا نہیں مل سکتا جس میں وہ ساری شرطیں موجود نہ ہوں جو آج کے موجودہ اسلامی نکاح کے درست ہونے کے لیے ضروری ہیں۔"۔[10]

اس نکاح کی تشریعی حیثیت اس بات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ بعثت سے قبل کی رسوم ورواج کے مطابق ہونے والے اس نکاح کو برقرار رکھا گیا۔[11]

اس نکاح سے، ولایت نکاح، انعقاد نکاح کی مراسم، شوہر دیدہ سے عقد، دعوت ولیمہ، ربائب کی پرورش و کفالت، مسئلہ کفو، اعزاہ قارب اور دوستوں سے تعلقات، صلہ رحمی اور زوجین کے باہم کاروبار تجارت کرنے جیسے معاملات پر احکامات و تعلیمات اخذ ہوتی ہیں۔ جن کو ذیل میں صراحت سے بیان کیا جائے گا۔

تزویج نبوی ﷺ سے اخذ شدہ مسائل اور تقریبِ نکاح کے لوازمات

- **پیغام نکاح:**

پیغام نکاح صحت نکاح میں سے ایک شرط ہے۔ قبل از بعثت تزویج نبوی ﷺ میں پیغام کی پہل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف ہوئی۔ کیونکہ عرب میں پیغام نکاح اگر عورت کی طرف سے ہوتا تو اسے معیوب خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ: عرب میں عورتوں کو یہ آزدی حاصل تھی کہ شادی بیاہ کے متعلق خود گفتگو کر سکتی تھیں اور اس میں بالغہ نابالغہ کی قید نہ تھی، حضرت خدیجہ نے چچا کے ہوتے ہوئے خود براہراست تمام مراتب طے کئے۔[12]

حضرت خدیجہ نے آپ ﷺ کو اپنی ایک سہیلی کے ذریعے نکاح کا پیغام بھیجا جسے آپ ﷺ نے قبول فرمالیا۔

اسلام نے بھی اس چیز کو معیوب خیال نہیں کیا۔ بلکہ اس رسم کو جاری رہنے دیا۔ اگرچہ شریعتِ اسلامیہ میں کوئی تفریق نہیں ہے کہ پہل مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے۔ مگر عرفِ عام میں زیادہ تر پیغامِ نکاح مرد کی طرف سے ہی ہوتا ہے اس میں خاصیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس طریقے سے عورت کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔

تاہم پیغام میں پہل خواہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے اس میں کوئی تردد کی بات نہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی طرف ایسی روایات منسوب ہیں جن میں مردوں کی طرح عورتوں کی طرف سے پیغام نکاح کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ :جاءت امراة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم تعرض عليه نفسها، قالت: يا رسول الله، الك بي حاجة۔۔[13]

"ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے آپ کو آپ ﷺ کے لیے پیش کرنے کی غرض سے حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ (حضرت انس کی بیٹی نے جب اس چیز کو معیوب خیال کیا) تو انس رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا وہ تم سے بہتر ہے، ان کو نبی کریم ﷺ کی طرف رغبت تھی، اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کے لیے پیش کیا"۔

تاہم اسلام میں پیغامِ نکاح کی کچھ جائز صورتیں ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے جیسا کہ :

بیوہ یا مطلقہ عورت کو اسکی عدت ختم ہونے سے پہلے پیغام نکاح نہیں دیا جا سکتا۔[14]

اور نہ ہی مسلمان بھائی کے پیغامِ نکاح پر پیغام دیا جا سکتا ہے۔[15]

اس کے علاوہ باقی صورتیں جائز ہیں۔ حضرت خدیجہ سے نکاح میں ایسی کوئی صورت نہ تھی جو اسلامی طرز نکاح کے متعارض ہو۔ اوّل تو پیغام حضرت خدیجہ کی طرف سے تھا۔ دوم اس وقت نہ تو حضرت خدیجہ کسی سے منسوب تھیں اور نہ ہی ان کے رشتے کی بات کسی اور جگہ چل رہی تھی یعنی بیوگی کے دس سال آپ مزید کسی ازواجی رشتے میں بندھنے کے بجائے، کسی ایسے شریک حیات کی متلاشی تھیں جو زمانے کے تمام انسانوں سے افضل الصفات ہو۔ گویا اللہ کی طرف سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی اس مشن کے لیے تیار ہو رہی تھیں جس کی تکمیل کے لیے نبی کریم ﷺ کو تیار کیا جا رہا تھا۔ یوں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیغامِ نکاح، نکاح کے تمام مراسم کو ایک نئے طرز میں ڈھالنے کی ایک نئی شروعات تھی ۔ایک ایسا طرز جو آگے چل کر طرز اسلامی کے نام سے منسوب ہونے والا تھا۔

آگے چل کر جب ہم اس نکاح کی تقریب کے تمام لوازمات کو تفصیلی طور پر دیکھیں گئے تو اس کی تشریعی حیثیت مزید واضح ہو جائے گی۔ (ان شاء اللہ العزیز)

- **ایجاب و قبول:**

ایجاب کا مطلب ہے واجب کرنا اور قبول سے مراد ہے کسی بات کو مان لینا تسلیم کر لینا۔ ایجاب و قبول نکاح کی ایک لازمی شرط ہے جس میں قبل از نکاح لڑکی اور لڑکے کی جانب سے رضامندی ضروری ہوتی ہے۔ ایجاب لڑکی کے ولی کی طرف سے ہوتا ہے اور قبول لڑکے کی طرف سے۔

نکاح کے لیے لازم ہے کہ ایک مجلس ہو جس میں ایجاب و قبول ہو۔ پیغام نکاح (منگنی) کے بعد ایک خصوصی نشست میں لڑکی کا ولی لڑکے سے کہے گا کہ لڑکی کی ذمہ داری میں تمہارے اوپر واجب کر رہا ہوں اور لڑکا اسے قبول کرتا ہے۔[16]

اسلامی طرز نکاح میں ایجاب و قبول کی شرط لازمی حیثیت رکھتی ہے۔ تاہم قبل از اسلام پیغمبر اعظم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تزویج خدیجۃ الکبری میں بھی یہ اہم رکن ادا کیا گیا۔ چونکہ اسلام میں کنوری لڑکی اور بیوہ کے ایجاب کا طریقہ کار

تھوڑا مختلف ہے۔ کنواری لڑکی کا ایجاب اس کی خاموشی یا سر ہلا دینا کافی سمجھا جاتا ہے جبکہ بیوہ یا شوہر دیدہ عورت کا ایجاب اس کے واضح الفاظ سے ہوتا ہے۔

قبل از اسلام سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایجاب و قبول گویا اسلامی نکاح کا عین مصداق تھا۔ دلہا اور دلہن کی باہمی رضی مندی کے بعد اولیا نے رسم ایجاب و قبول کو ادا کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کے چچا جناب ابو طالب نے یا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایجاب کی رسم ادا کی اور حضرت خدیجہ نے اپنے چچا عمر اسدی کے ذریعے اسے باقاعدہ قبول کیا اور اپنی منظوری دی۔ اس کے بعد خطبہ نکاح پڑھا گیا۔ اس میں ایجاب و قبول کا واضح ذکر موجود ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایجاب و قبول کی خاطر ہی دو دو خطبے پڑھے گئے تھے : ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جناب ابو طالب ہاشمی نے پڑھا اور دوسرا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے ان کے عزیز ورقہ بن نوفل اسدی نے پڑھا۔ حضرت ابو طالب کا خطبہ ایجاب تھا اور دوسرا حضرت ورقہ بن نوفل کا خطبہ قبول کے مترادف۔ اور اس طرح قبولِ ولی کی شرط حضرت خدیجہ کی طرف سے عمرو اسدی نے پوری کر دی۔[17]

امام حلبیؒ لکھتے ہیں کہ :

نبی کریم کے چچا جناب ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھنے کے بعد کہا۔

"میرے بھتیجے کو خدیجہ بنت خویلد کے ساتھ رغبت ہے۔ اور اسی طرح خدیجہ کو بھی ان سے لگاو ہے"

اس پر عمرو بن اسد یعنی حضرت خدیجہ کے چچا نے (آنحضور کی جانب اشارہ کرتے ہوئے) کہا۔

"یہ شریف شوہر اسکے یعنی خدیجہ جیسی شریف خاتون کے لائق ہے۔[18]

اس نکاح مبارک کی تشریعی حیثیت اس اہم نقطے سے بھی مسلم ہو جاتی ہے کہ اسلام میں اس رسمِ ایجاب و قبول کو لازمی قرار دے دیا گیا۔

- **اعلانیہ نکاح:**

قبل از اسلام عرب سماج میں خاندانی نظام جاہلانہ رسوم اور شہوت پرستی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ نکاح کی اصل حرمت سے صرف وہی لوگ آشنا تھے جو تھوڑے بہت دین حنیف پر قائم تھے۔ نبی کریم ﷺ کا جب حضرت خدیجہ سے نکاح ہوا تو اس وقت چار قسم کے نکاح رائج تھے۔

ایک "نکاح استبضاع" تھا جس میں شوہر خود اپنی بیوی کو غیر مرد سے صحبت کی اجازت دیتا اور حمل ظاہر ہونے پر واپس بلا لینے پر قادر ہوتا۔ دوسری قسم "نکاح بغایا" اور تیسری قسم "نکاح جمع" کی تھی۔ نکاح کی دوسری اور تیسری دونوں قسمیں تقریباً ملتی جلتی ہی تھیں جن میں ایک عورت بیک وقت کئیں نکاحوں میں ہوتی۔ نکاح بغایا میں عورت سے صحبت کرنے والے مردوں کی تعداد دس سے کم ہوتی جب کہ نکاح جمع میں تو یہ تعداد بھی محدود نہیں ہوتی تھی۔[19] ایسی صورتوں میں عورت کے حاملہ ہونے کے حوالے سے جو مسائل تھے وہ بھی ایک الگ بحث ہے تاہم مختصر یہ کہ اہل عرب نکاح کی اس بے حرمتی کو کسی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

جبکہ کہ نکاح کی ایک قسم وہ تھی جو دین حنیف کے مطابق تھی۔ جس میں باقاعدہ اعلانیہ طور پر نکاح ہوتا۔ پیغام نکاح، ولایت، خطبہ نکاح اور مہر کا تصور موجود تھا۔ نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت حدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی قسم کے تحت ہوا۔ یہ نکاح اعلانیہ طور پر تھا۔

نکاح میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ابو طالب، حضرت حمزہ، بنو ہاشم اور روسائے مصر سب جمع ہوئے۔[20]

آپ ﷺ باقاعدہ بارت لے کر گئے جس میں قریبی عزیز و اقارب اور دوست احباب شامل تھے، بارات مختصر تھی۔ نکاح گواہوں کی موجودگی میں ہوا۔[21]

دین اسلام چونکہ انسانی شہوت پرستی کے خلاف ہے اور شہوت پرستی زنا کی سب سے بڑی وجہ ہے تاہم اس گندگی سے بچنے کا بہترین حل نکاح ہے۔ یعنی نکاح زنا کے متضاد ہے۔ زنا چھپ کر کیا جاتا ہے اور نکاح اعلانیہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے رسول اللہ ﷺ کے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اعلانیہ نکاح کی رسم کو پسند فرمایا بلکے آپ ﷺ کو اس اعلانیہ نکاح کی ترغیب خود اللہ نے ہی دی۔

یعنی جب تک ایجاب و قبول نہیں ہوگا، لڑکی کا ولی نہیں ہوگا، کم از کم دو گواہ نہیں ہوں گے، نکاح نہیں ہوگا۔ اگر نکاح خفیہ ہو تو وہ نکاح نہیں بلکہ زنا ہے۔ خفیہ نکاح کے سلسلے میں قرآن میں اللہ تعالی نے مردوں اور عورتوں کو الگ الگ تنبیہ کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِىٓ اَخْدَانٍ[22]

"وہ مرد نیک ہونہ کہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والا"

مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ[23]

"عورتیں پاکباز ہوں، نہ کہ شہوت زانی کرنے والی ہوں اور نہ چوری چھپے دوستیاں کرنے والی ہوں"

تاہم رسول اللہ ﷺ اور خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا دونوں صالح تھے اور دونوں نے اعلانیہ نکاح فرما کر زنا جیسے فعلِ بد پر ایک بہت بڑی ضرب کاری فرمائی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ:

فلما بعث محمد صلى الله عليه وسلم بالحق هدم نكاح الجاهلية كله إلا نكاح الناس اليوم[24]

"جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق کے ساتھ رسول ہو کر تشریف لائے آپ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔ یعنی صرف ان نکاحوں کو باقی رہنے دیا جن کی بنیاد دین حنیف پر تھی۔(یعنی جن میں نکاح کے تمام لوازمات کا خیال رکھا گیا صرف ان کو ہی باقی رہنے دیا)

آپ ﷺ نے اعلانیہ نکاح کا حکم دیا گیا کیوں کے اس طرح زنا اور فحش نکاحوں کی تردید ہوتی ہے۔ تاہم اعلانیہ نکاح کی حکمت قبل از بعثت تزویج نبوی ﷺ میں واضح نظر آتی ہے۔ گویا جس شریعت کے پاسباں آپ ﷺ بننے جارہے تھے عملی طور پر اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کو اس پر کاربند کیا جارہا تھا۔

- **نکاح میں دف بجا کر خوشی کا اظہار کرنا:**

چونکہ اعلانیہ نکاح زنا کے خلاف سب سے بڑی ضرب کاری ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کے زمانے میں ہی اس فعلِ بد کے خاتمہ کے لیے اعلانیہ نکاح فرمایا۔ نکاح کا اعلان کرنے کے لیے ہر دور میں جو واضح طریقہ کار رہا ہے وہ دف بجانا اور ولیمہ کا اہتمام کرنا ہے۔

کتب تاریخ جب تزویج نبوی ﷺ قبل از بعثت کے واقعات کو بیان کرتی ہیں تو ہمارے پاس کچھ ایسی روایات بھی جمع ہو تی ہیں جن میں حضرت خدیجہ نے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے بعد دف بجانے کا حکم دیا تھا۔

سیدہ خدیجہ نے اپنی باندیوں کو حکم دیا کہ دف بجا کر رقص و مسرت کا اظہار کریں۔[25]

اسلام میں میوزک کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر میوزک کی ایک قسم دف کو مخصوص مواقع پر حکمت کے تحت بجانے کی اجازت ہے۔ دف میں ایک طرف سے چمڑا منڈھا ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف کھلی ہوتی ہے۔ دونوں طرف چمڑہ کسا ہونے کی صورت میں آواز سریلی نکلتی ہے۔ اس کی آواز پھٹے ہوئے ڈول کی طرح ہوتی ہے اور یہ (میوزک) کی آخری حد ہے جس کی اجازت دی گئی ہے۔[26]

نکاح میں دف کے بجانے کی حکمت یہی ہے کہ اعلانیہ طور پر سب کو پتا چل جائے کہ نکاح ہو گیا ہے۔

محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

فصل ما بين الحلال والحرام الدف، والصوت في النكاح[27].

حلال اور حرام میں فرق یہ ہے کہ نکاح میں دف بجایا جائے، اور اس کا اعلان کیا جائے۔

فتنہ کا ڈر نہ ہو تو چھوٹی بچیاں خوشی کے موقع پر دف کے ساتھ ایسے اشعار پڑھ سکتی ہیں جو کفر و شرک، فسق و فجور، عورت کے حسن و جمال اور جنسی جذبات میں ہیجان پیدا کرنے والے نہ ہوں۔[28]

ربیع بنت معوذ ابن عفراء رضی اللہ عنہا نے بیان کرتی ہیں کہ:

جاء النبي صلى الله عليه وسلم، فدخل حين بني علي، فجلس ---: دعي هذه، وقولي بالذي كنت تقولين[29]."

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جب میں دلہن بنا کر بٹھائی گئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھے۔۔۔ پھر ہمارے یہاں کی کچھ لڑکیاں دف بجانے لگیں اور میرے باپ اور چچا جو جنگ بدر میں شہید

ہوئے تھے، ان کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ اتنے میں، ان میں سے ایک لڑکی نے پڑھا، اور ہم میں ایک نبی ہے جو ان باتوں کی خبر رکھتے ہے جو کچھ کل ہونے والی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو۔ اس کے سوا جو کچھ تم پڑھ رہی تھیں وہ پڑھو۔"

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

انکحت عائشة ذات قرابة لها من الانصار، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال:" ا۔۔، فلو بعثتم معها من يقول اتيناكم، اتيناكم، فحيانا، وحياكم[30]

"ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے انصار میں سے اپنی ایک قرابت دار خاتون کی شادی کرائی، تو رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لائے، اور فرمایا: ''تم لوگوں نے دلہن کو رخصت کر دیا''؟ لوگوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے ساتھ کوئی گانے والی بھی بھیجی''؟ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: نہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انصار کے لوگ غزل پسند کرتے ہیں، کاش تم لوگ دلہن کے ساتھ کسی کو بھیجتے جو یہ گاتا: «أتيناكم أتيناكم فحيانا وحياكم» ''ہم تمہارے پاس آئے، ہم تمہارے پاس آئے، اللہ تمہیں اور ہمیں سلامت رکھے"۔

- **ولایتِ نکاح:**

ولایتِ نکاح بھی صحت نکاح میں سے ہے۔ قبل از بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہ سے نکاح کے وقت اس پہلو کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بوقت نکاح حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد نے ولی کا کردار ادا کیا کیوں کہ حضرت خدیجہ کے والد حربِ فجار میں انتقال کر چکے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اولیاء آپ ﷺ کے چچا ابو طالب اور حضرت حمزہ تھے۔[31]

بعض روایات کے مطابق نفیسہ نے جب حضرت خدیجہ کا پیغام نکاح رسول اللہ تک پہنچایا اور آپ نے اس پیشکش کو منظور فرما لیا تو حضرت خدیجہ نے آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی۔ اور آپ دونوں کے درمیان کچھ اس طرح سے گفتگو ہوئی۔۔۔ اس باہمی رضامندی کے باعث حضرت خدیجہ نے عرض کی کہ اب آپ اپنے چچا جان کے پاس جائیں اور کل سویرے انہیں ہمارے ہاں بھیجیں۔ دوسرے روز حضرت ابو طالب، حضرت خدیجہ کے ہاں گئے۔ حضرت خدیجہ نے کہا کہ آپ میرے چچا کے پاس جائیں اور اپنے بھتیجے کے لیے میرا رشتہ طلب کریں۔ حضرت ابو طالب نے اس پر اپنی خوشنودی

کا اظہار کیا اور فرمایا "ہذا صنع اللہ" یہ قدرت الہیٰ کا کرشمہ ہے۔ اس طرح دولہا اور دلہن کے بزرگوں کی منظوری سے منگنی انجام پذیر ہوئی اور نکاح کے لیے تاریخ مقرر ہوئی۔[32]

تاہم اسلام میں آپ ﷺ کی اس سنت کو جو کہ سنت انبیاء علیھم السلام ہے کو اسی طرح برقرار رکھا گیا۔ بوقت نکاح ولی کا ہونا نکاح کی شرط ہوتی ہے۔ اس بات کی دلیل خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَھُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۗ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۔[33]

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق راضی ہو جائیں، تم میں سے یہ نصیحت اسے کی جاتی ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے"

اس آیت مبارکہ میں نکاح کے حوالے سے عورتوں کے بجائے ان کے اولیاء کو مخاطب کیا گیا ہے۔ لہذا عورت خواہ مطلقہ ہو، بیوہ یا کنواری، نکاح کے وقت ولی کی موجودگی ضروری ہے۔

ولایت کی حکمت یہ ہے کہ وہ نکاح جو چھپ کر یا اولیاء کی مرضی کے خلاف کیا جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔ سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے فریقین کے تعلق میں وہ مضبوطی اور پائیداری نہیں ہوتی جو سرپرست کے ہونے پر ہوتی ہے۔ ولی کے ہونے سے بھرم اور شرم و حیاء سلامت رہتی ہے۔

رسول اللہ نے فرمایا:

ايما امراة نكحت بغير إذن وليها، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل ۔۔۔ فالسلطان ولي من لا ولي له "[34]

"جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، ۔۔۔ جس کا کوئی ولی نہ ہو اس کا ولی حاکم ہوگا"

یعنی قبل از بعثت کے اس نکاح میں ولایت کا خیال اس وقت رکھا گیا جب ولایت تو دور کی بات تھی خود نکاح کو کوئی حیثیت حاصل نہ تھی۔ مرد اور عورتوں کے جنسی تعلقات کا رواج کسی حدود و قیود کا محتاج نہ تھا۔ تاہم اس دور میں بھی دین حنیف پر قائم رہنے والے ازواجی تعلقات کے قیام میں اپنے اولیاء کی رائے کو مستحکم رکھتے۔

- **شوہر دیدہ کا نکاح:**

شوہر دیدہ وہ عورت جو پہلے سے شادی شدہ رہ چکی ہو مطلقہ یا بیوہ ہونے کی صورت میں وہ دوبارہ نکاح کرے۔ قبل از اسلام کی ایک رسم تھی کہ جب کوئی عورت بیوہ ہوتی یا اس کی طلاق ہو جاتی تو اس کے سسرالی رشتے میں کوئی بھی اسے اپنی منقولہ جائیداد سمجھ کر قبضہ جمالیتا۔ اس عورت کو اپنی زندگی کا کوئی اختیار نہ ہوتا۔

زمانہ جاہلیت میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسول اللہ ﷺ سے عزت دارنہ طریقے سے نکاح جاہل رسموں پر ایک ٹھوس ضرب کاری تھی۔ آگے چل کر دین اسلام میں بھی عورتوں پر زبردستی تسلط کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُـوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا

اے ایمان والو! تمہیں یہ حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو میراث میں لے لو،

حدیث مبارکہ میں شوہر دیدہ خاتون کو سماجی حقوق فراہم کرتے ہوئے اسے اپنے بارے میں فیصلہ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

يس للولي مع الثيب امر، واليتيمة تستامر، وصمتها إقرارها[35]

"ولی کا ثیبہ عورت پر کچھ اختیار نہیں، اور یتیم لڑکی سے پوچھا جائے گا اس کی خاموشی ہی اس کا اقرار ہے"۔

ایک دوسری روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لثيب احق بنفسها من وليها[36]

"ثیبہ اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رسول اللہ ﷺ سے مثالی ازواجی زندگی قبل از نبوت اور بعد از نبوت خاندانی استحکام کے لیے چراغ راہ کی طرح ہے۔ جس کی تفصیل یہاں طوالتِ موضوع کی وجہ سے ممکن نہیں مگر اختصار سے یہ کہا جا سکتا ہے آپ ﷺ کی اس تزویجِ اوّل سے نکاح سے متعلق جو فقہی احکام اخذ ہوتے ہیں اور ثیبہ کے جو حقوق واضح ہوتے ہیں ان کی پیش قدمی نبوت سے پہلے آپ ﷺ سے ہی ہوئی۔ آپ ﷺ کو رشتہ زوجیت میں منسلک کرنا اور وہ بھی ایک شوہر دیدہ خاتون سے یقیناً اسی الٰہی حکمت کے تھا جس کی بنیاد پر آگے چل کر اسلام نے خواتین کی عزت و آبرو کو محفوظ کرتے ہوئے انھیں حقوق سے نوازنا تھا۔

- **مسئلہ کفو:**

"کفو" کے معنی برابر مساوی ہمسر اور جوڑ کے ہیں۔اور اصطلاحاً اس سے مراد یہ ہے کہ عورت مرد جن کا نکاح باہم مقصود ہے۔ وہ معاشرت اور سوسائٹی کے لحاظ سے ہم مرتبہ اور ہم درجہ ہوں۔ تاکہ میاں بیوی میں باہم خوشگوار تعلقات قائم رہیں۔اور ایک دوسرے کو ذلیل یا حقیر نہ سمجھیں۔ کفو میں چھ چیزیں آتی ہیں: ۱-خاندان ۲-دین ۳- حریت ۴- پیشہ ۵-مال ۶-اسلام

شریعتِ اسلامیہ میں دنیاوی جاہ و دولت اور ذات پات کے بجائے دین میں کفو کا خیال رکھنے کو پسند کیا گیا ہے۔

عورت کے انتخاب کے مسئلہ میں شریعت مطہرہ کا مشورہ یہ ہے کہ دینداری کا لحاظ مقدم ہونا چاہیے۔مال دار سے شادی کی جائے،اونچے حسب ونسب والی سے شادی کی جائے، حسین اور خوب صورت سے شادی کی جائے یا کسی معمولی عورت سے ، بہر حال پہلے عورت کی دینداری اور سیرت کا جائزہ لیا جائے گا۔[37]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تنكح المراة لاربع: لمالها، ولحسبها، وجمالها، ولدينها، فاظفر بذات الدين تربت يداك[38]

"عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی) یعنی اخیر میں تجھ کو ندامت ہو گی"

ارشاد نبوی ﷺ ہے:إنما الدنيا متاع، وليس من متاع الدنيا شيء افضل من المراة الصالحة[39]

''دنیا متاع (سامان) ہے،اور دنیا کے سامانوں میں سے کوئی بھی چیز نیک اور صالح عورت سے بہتر نہیں ہے''

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا اتاكم من ترضون خلقه ودينه، فزوجوه إلا تفعلوا تكن فتنة في الارض وفساد عريض[40].

"جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا پیغام آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے شادی کر دو، اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ پھیلے گا اور بڑی خرابی ہو گی"

کفو کی بہترین مثال رسول اللہ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح میں نظر آئی۔ فلک کی آنکھ نازاں تھی اور زمین خوشی سے جھوم رہی تھی جب زمانے کی بہترین خاتون جو عرب کی شہزادی تھی اور ہر زبانِ خاص وعام میں مطہرہ یعنی پاکباز کے لقب سے ملقب تھیں، کی نسبت دنیا کے بہترین شخص جو ہر دشمن و دوست اور ہر ذی روح کے لیے رحمت تھا جسے صادق وامین کے القاب سے بچپن سے ہی نواز دیا گیا تھا سے جڑنے جا رہی تھی۔ یہ زوجین شرک سے پاک ایک صالح زندگی گزار رہے تھے اور دونوں اللہ کے مقصدِ نبوت کی تکمیل کے لیے سر گرداں تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ محمد ﷺ صاحب نبوت ورسالت تھے اور ان کی مطہرہ بیوی رازدارِ نبوت۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خير نسائها مريم، وخير نسائها خديجة[41]

"(اپنے زمانے میں) مریم علیہا السلام سب سے افضل عورت تھیں اور (اس امت میں) خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سب سے افضل ہیں۔"

پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ: "خدیجہ ایک عقل مند، بہادر اور شریف النفس خاتون تھیں۔ نسب میں اعلیٰ شرافت میں ارفع، مال وثروت میں سب سے زیادہ، ساری قوم کے شرفاء ان سے نکاح کرنے کے لیے بے قرار تھے اگر ان کا بس چلتا، سب نے کوشش کی لیکن بے سود"[42]

سیدہ خدیجہ عقل وفراست میں کامل اور قریش کی عورتوں میں اشف وانسب تھیں۔ ان میں بہت زیادہ مال دار تھیں اور بکثرت قریشی اس بت کے حریص تھے۔[43]

ایک روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سیدہ قریش یعنی قریش کی سردار کہا جاتا تھا کیونکہ نسب کے معاملے میں "اوسط" ہونا بہت زیادہ تعریف اور فضیلت کی بات سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اپنے قبیلے کا اوسط یعنی سردار ہے۔۔ غرض حضرت خدیجہ نسب کے لحاظ سے بھی سب سے برتر تھیں۔ ص ۴۳۳

حضرت محمد ﷺ اور حضرت خدیجہ دونوں اعلی الانسب تھے۔جب حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کی طرف سے خطہ نکاح پڑھ کر ختم کیا تو حضرت خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد سے ایک جملہ نقل کیا گیا کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کیا کہ

"یہ شریف انسان اس شریف خاتون کا شوہر بننے کے لائق ہے۔[44]

بعض روایات کے مطابق پیغام نکاح کے بعد عقد نکاح سے پہلے حضرت خدیجہ کی رسول اللہ ﷺ سے جو گفتگو ہوئی وہ بھی زوجین میں کفو کا ثبوت ہے۔جیسا کہ ضیا النبی میں ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا:

"اے میرے چچازاد میں اس لیے تم سے رغبت رکھتی ہوں کہ رشتہ میں تم میرے قریبی ہو۔اپنی قوم میں تمہاری شان بلند ہے۔امانت حسن خلق،صدق مقال آپ کی خصوصی صفات ہیں"[45]

مختصر یہ اسلام نے نکاح میں کفو کی جو شرط رکھی وہ دینداری اور کردار کے صالح ہونے میں ہے۔جیسا کہ قرآن پاک میں بھی ہے۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ[46]

"بدکار مرد سوائے بدکار عورت یا مشرکہ کے نکاح نہیں کرے گا اور بدکار عورت سے سوائے بدکار مرد یا مشرک کے اور کوئی نکاح نہیں کرے گا،اور ایمان والوں پر یہ حرام کیا گیا ہے"

تاہم قبل از اسلام بھی تزویج نبوی ﷺ میں جس چیز کو ملحوظ رکھا گیا وہ کرادار کی صالحیت اور دینداری ہی تھی۔اور دین اسلام نے بھی اسی چیز کو پسند فرمایا۔

- **نکاح میں گواہوں کی موجودگی:**

دین اسلام زندگی میں ہر اہم معاملے پر گواہ کی ضرورت واہمیت واضح ہے۔جہاں تک نکاح کا تعلق ہے تو نکاح میں گواہوں کی موجودگی بھی صحت نکاح کی شرط ہے۔اس حوالے سے حدیث مبارکہ ہے کہ:

لا یجوز نکاح بغیر شاھدین[47]

دو گواہوں کے بغیر نکاح جائز نہیں ہوتا۔

اسلام میں گواہی کا جو طریقہ کار کہ دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں گی تو ہی گواہی قبول ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاحِ اوّل بھرپور گواہوں کی موجودگی میں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاوں کے علاوہ آپ ﷺ کے دوست احباب بھی موجود تھے۔ جن میں حضرت ابو بکر صدیق بھی شامل تھے۔[48]

مدارج نبوت میں ہے کہ:

حضرت خدیجہ نے کسی کو اپنے چچا عمر بن اسد کے پاس بھیجا کہ وہ حضور کے ساتح عقد کے وقت موجود ہوں اور حضور بھی ابو طالب، حمزہ اور دیگر چچاوں کے ساتھ اور حضرت ابو بکر صدیق اور دیگر روسائے شہر کے ساتھ حضرت خدیجہ کے مکان میں تشریف لے گئے جہاں عقد و نکاح واقع ہوا۔[49]

- **خطبہ نکاح:**

نکاح میں خطبہ کی حیثیت مسّلم ہے۔ نکاح کے لیے تقریبِ خطبہ کا انعقاد ارکانِ نکاح میں سے ہے جس کے بغیر نکاح ممکن نہیں ہوتا۔ قبل از بعثت تزویج نبوی ﷺ میں جو خطبہ پیش کیا گیا وہ تقریباً شریعتِ اسلامیہ میں خطبۂ نکاح کے مطابق تھا۔ آپ ﷺ کے خطبہ کا طریقہ کار بعد از نبوت بھی جاری و ساری رہا۔ خطبہ کا آغاز اور انداز بلکل ایسا ہی تھا جیسا کہ اسلامی خطبہ نکاح میں ہوتا ہے۔

خطبہ نکاح دونوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت خدیجہ) کی طرف سے ہوا جس میں اللہ کی حمد و ثناء کے بعد دین ابراہیم کے استحکام، خانہ کعبہ کے شرف، رسول اللہ ﷺ کی تعریف اور حق مہر کا ذکر کیا گیا۔ باقائدہ طور پر دعوت ولیمہ بھی ہوئی۔[50]
آپ ﷺ کا خطبہ نکاح اللہ کی حمد و ثناء سے شروع ہوا۔ خطبہ آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب نے پڑھا۔ جس کا آغاز کچھ یوں تھا:

اس خدائے عظیم وارفع کو حمد و ثناء سزاوار ہے جس نے ہم قریش کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی اولاد بنایا۔ اور ہمارا سلسلہ نسب معد و مضر ایسے بزرگوں سے ملایا۔ بیت اللہ شریف کی حفاظت ہمارے سپرد کی۔ مکہ معظمہ کی سرداری ہمیں بخشی۔ اور ایسا پاک عزت والا حرم ہمیں عطا فرمایا کہ ہر طرف سے زائرین اس کے طواف کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔[51]

بعد ازاں ورقہ بن نوفل نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب و قبول کرایا۔ حضرت خدیجہ کے چچا و عمرو ن اسد نے اس نکاح کی تصدیق کی۔

خشیت الہٰی رکھنے والے جانتے ہیں اللہ کا بابرکت نام اور اس کی حمد ثناء سے جو کام کیا جائے اسی میں برکت ہوتی ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:: "كل امر ذي بال لا يبدا فيه بالحمد اقطع[52]

"جو بھی اہم کام اللہ کی حمد وثنا سے نہ شروع کیا جائے، وہ برکت سے خالی ہوتا ہے"۔

ہر نیک کام کا آغاز اللہ کے نام یا اس کی حمد وثنا سے کرنا مستحب اور پسندیدہ ہے۔

اس کا فائدہ یہی ہے کہ اللہ کی حمد وثناء سے اس کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔ ارادۃ اور نیۃ اللہ کی مدد کا طالب ہونا نہایت مستحسن عمل ہے۔ اسی مستحسن عمل یعنی اللہ کی حمد وثناء سے خطبہ نکاح کا آغاز کیا جاتا ہے جس سے مقصد اس نہایت اہم موقعے پر اللہ کی مدد کا حصول ہے۔[53]

- **حق مہر:**

قبل از بعثت تزویج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جو عزت و تکریم کا خیال رکھا گیا وہ بے مثال ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں عائلی زندگی میں عورت کو کوئی خاص حقوق حاصل نہ ہوں وہاں سیدہ خدیجہ رضی تعالیٰ عنہا اپنے ذاتی فیصلے سے بہترین شوہر کا انتخاب کر رہی ہیں اور وہ بہترین شوہر اپنے سے کئی گناہ زیادہ مالی حیثیت کی مالک خاتون کے سامنے فقر کے بجائے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اپنی صفت سخاوت سے حضرت خدیجہ کو ان کی حیثیت کے مطابق حق مہر ادا کرتے ہیں۔ گویا حضرت خدیجہ کو دیا جانے ولا حق مہر ایک ایسا تحفہ اور ایک ایسی رسم ہے جس کو اسلامی طرز نکاح کے لیے لازم کیا جانا تھا اور اس کا باقاعدہ افتتاح دیگر شرعی امور کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل از بعثت کی زندگی میں ہی ہونا مقدور تھا۔

حضرت خدیجہ کا مہر بیس اونٹ (جن کی قیمت چار سو مثقال سونا یا پانچ سو درہم ہوتی ہے) حق مہر ادا ہوا۔[54]

بعض روایتوں سے نقل کیا گیا ہے کہ ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔ ایک اوقیہ چالس درہم کا ہے۔ گویا اس روایت کے مطابق بھی پانچ سو درہم ہی بنتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس زمانہ میں بیس شتر مایہ کی قیمت پانچ سو درہم یا چار سو مثقال طلائی ہوتی ہو گی۔[55]

حضرت خدیجہ کے اس حق مہر کی تصدیق حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے۔ روایت ہے کہ:

قال عمر بن الخطاب:" الا لا تغلوا صدق النساء، فإنه لو كان مكرمة وفي الدنيا او تقوى عند الله عز وجل، كان اولاكم به النبي صلى الله عليه وسلم، ما اصدق رسول الله صلى الله عليه وسلم امراة من نسائه، ولا اصدقت امراة من بناته اكثر من ثنتي عشرة اوقية، [56]

ابوالعجفاء کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لوگو سن لو عورتوں کے مہروں میں غلو نہ کرو کیونکہ اگر یہ زیادتی دنیا میں عزت کا باعث اور اللہ کے نزدیک پرہیزگاری کا سبب ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سب سے زیادہ حقدار تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنی کسی بیوی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ رکھا اور نہ ہی آپ کی کسی بیٹی کا اس سے زیادہ رکھا گیا"۔

اسلام میں عورت کی عزت و تکریم کی خاطر مرد پر لازم ہے کہ وہ رشتہ زوجیت میں منسلک ہونے کے بعد عورت کو اپنی استطاعت کے مطابق حق زوجیت عطا کرے۔

مہر مرد کی قدر و محبت کا مظہر ہے جو عورت کے لیے اس کے دل میں ہے۔مہر صرف شریعت اسلام کا حصہ ہے اور کسی مذہب میں نہیں ہے [57]

اسلام میں مہر کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ خود اللہ تعالی نے فرمایا:وَآتُوا النِّسَآءَ صَدُقَاتِـهِنَّ نِحْلَـةً [58]

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو"

- **دعوتِ ولیمہ**

نکاح کے اعلانیہ ہونے کی ایک صورت ولیمہ بھی ہے۔ولیمہ کا لفظ "ولم" سے ہے س کا مطلب ہی اکھٹا ہونے کے ہیں۔ولیمہ مرد کی طرف سے ہوتا ہے۔نکاح کے بعد اعزو قارب اور دوست واحباب کو شادی کی خوشی میں کھانے کی دعوت دی جاتی ہے جو کہ سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے بعد ولیمہ کا اہتمام فرمایا۔روایت ہے حضرت خدیجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اپنے چچا سے فرمائیں کہ ان اونٹوں میں سے ایک کو ذبح کر کے لوگوں کو کھانا کھلائیں۔

اسی روز زفاف واقع ہوا نبی کریم اس شادی سے بہت خوش ہوئے اور حق تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت میں شادمان رکھے۔ابو طالب نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور کہا:الحمد لله الذی اذهب عنا الكرب ورقع عنا الهموم[59]

"سب خوبیاں اس ذات کے لیے جس نے ہم سے مصیبتیں دور فرمائیں اور ہم سے غموں کو اٹھایا"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ولیمہ میں اعمام کے علاوہ حضرت ورقہ بن نوفل اسدی، ابو بکر صدیق، حکیم بن حزام، اور بعض دوسرے اقاربِ طاہرہ کا ذکر صراحت کے ساتھ اور اکابر قریش ومکہ کا عمومی طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔[60]

بعد از بعثت بھی اس سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاری رکھا گیا۔اس حوالے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رای علی عبد الرحمن بن عوف اثر صفرة، فقال: ما هذا، او مه؟، فقال: يا رسول الله، إني تزوجت امراة على وزن نواة من ذهب، فقال:" بارك الله لك، اولم ولو بشاة[61]

"نبی اکرم ﷺ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (کے جسم) پر پیلے رنگ کے اثرات دیکھے، تو پوچھا: ”یہ کیا ہے“؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے ایک عورت سے گٹھلی کے برابر سونے کے عوض شادی کر لی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: «بارک اللہ لک أولم ولو بشاة» ”اللہ تمہیں برکت دے ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے ہی کیوں نہ ہو“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:إذا دعي احدكم إلى وليمة عرس، فليجب[62].

:”جب تم میں سے کسی کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو اسے قبول کرے"۔

تاہم ولیمہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس اور نکاح کے بعد اس کا اہتمام کرنا لازمی امر ہے۔

- **زوجین میں صلہ رحمی:**

اللہ تعالیٰ نے نکاح میں برکت رکھی۔نکاح سے جہاں معاشرے کی بہت سی برائیاں ختم ہوتی ہیں وہاں محبت وایثار کے جذبے بھی پروان چڑھتے ہیں۔*البحر المحیط* میں ہے کہ :وهو نكاح من قام به الوصف المنافى للايمان وهو الا شرک الموجب للتنافر و التباعد ، و النكاح موجب للخلطمة والمودّةقال تعالى : وجعل بينكم مودّةً و رحمةً [63]

"یعنی نکاح ملاپ اور محبت کا باعث بنتا ہے اور شرک کرنا لڑائی جھگڑے اور دوری کا باعث بنتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہے: اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت کو رکھ دیا"۔

میاں بیوی کی باہمی محبت اور صلح رحمی کی اعلیٰ ترین مثال جو قبل اسلام حضرت خدیجہ کے رسول اللہ ﷺ سے نکاح کے بعد نظر آئی اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور پھر اسی محبت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے اسوہ بنا دیا۔

حضرت خدیجہ اور حضرت محمد ﷺ کی شادی کتنی بابرکت ثابت ہوئی، میاں بیوی کے درمیان عمروں کے اتنے تفاوت کے باوجود کتنے مثالی تعلقات تھے، ان کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ایک انتہائی حسین و جمیل حسب و نسب میں بلند ترین اور سیرت و کردار میں لاثانی اور اہل مکہ کی آنکھوں کا تارا نوجوان اگر عرب کے کسی بھی خاندان میں پیغامِ نکاح بھجواتا تو کیا لوگ اپنی دوشیزائیں اس کے عقد نکاح میں دینا اپنی سعادت تصور نہ کرتے۔ مگر تاریخ شاہد کہ اس ہاشمی نوجوان صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر تک تو کسی غیر محرم کو بری نظر سے دیکھا اور نہ کبھی شادی کی خواہش ظاہر کی۔ جب ایک ادھیڑ عمر کی بیوہ سے خود اس کی خواہش پر شادی ہو گئی تو اس کی زندگی تک دوسری شادی کا نام نہ لیا۔ حالانکہ عرب معاشرے میں کئی شادیاں کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔۔۔ پچیس سال کے اس طویل عرصہ میں مالی آسودگی اور تمام ممکنہ سہولیات کے باوجود کوئی ایسی مثال اور واقعہ نہیں ملتا۔[64]

حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کے ساتھ ازواجی زندگی اتنی سلیقہ شعاری و دانشمندی اور محبت و مودت کے ساتھ گزاری کہ حضور نبی کریم ﷺ سیدہ عالم کے وصال کے بعد بھی اکثر و بیشتر بیتے ہوئے دنوں کو یاد کرتے اور سیدہ خدیجہ کے اوصاف و کمالات بیان کرتے تو بقیہ ازواج مطہرات جذباتِ رشک سے مملو ہو جاتیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ:

ما غرت على احد من نساء النبي صلى الله عليه وسلم ما غرت على خديجة , وما رايتها ولكن كان النبي صلى الله عليه وسلم يكثر ذكرها , وربما ذبح الشاة ثم يقطعها اعضاء , ثم يبعثها في صدائق خديجة فربما، قلت: له كانه لم يكن في الدنيا امراة إلا خديجة، فيقول:" إنها كانت وكانت وكان لي منها ولد.[65]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں میں جتنی غیرت مجھے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آتی تھی اتنی کسی اور سے نہیں آتی تھی حالانکہ انہیں میں نے دیکھا بھی نہیں تھا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر بکثرت فرمایا کرتے تھے اور اگر

کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ملنے والیوں کو بھیجتے تھے۔ میں نے اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جیسے دنیا میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا کوئی عورت ہے ہی نہیں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور ان سے میرے اولاد ہے۔"

حضرت خدیجہ جو عرب کی امیر ترین خاتون تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے بعد ان کا یہ عالم تھا کہ امیری و تونگری، اپنا جاہ و چشم، سب کچھ بھول گئیں اور اپنے عالی قدر خاوند کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں مصروف ہو گئیں ---وہ ہمہ وقت آپ ﷺ کی خاطر تواضع، احترام دلداری، خدمت و اطاعت میں مصروف رہتیں تھی--- جس ہاتھ نے کبھی تنکا نہ پکڑا اب وہی ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وقف تھے۔ وہ اپنے دست مبارک سے اپنے شوہر کے سب کام کرنا باعث سعادت سمجھتیں---اور حضرت خدیجہ سے رسول اللہ کی محبت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کی پچیس سالہ ازواجی زندگی میں بغیر کسی رکاوٹ یاد باو کے حضور ﷺ نے کوئی اور نکاح نہیں کیا۔ اور صرف خدیجہ ہی کی الفت کا دم بھرتے رہے---ان پچیس سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبیدہ خاطر نہیں ہوئے---ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے تھے۔ اور باہمی خوشنودی اور دلداری کا خیال رکھتے تھے۔[66]

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خيارکم خيارکم لنسائهم[67]"سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہوں"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: خیر کم خیر کم لاھلہ، وانا خیر کم لاھلي[68]."

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل وعیال کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں"

- **بیوی کے مال میں تصرف/باہمی تجارت**

شادی کے بعد شوہر بیوی کے مال سے کاروبار وغیرہ کر سکتا ہے یا نہیں اس حوالے سے بھی تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجی زندگی سے ہی فراہم ہو جاتی ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنا تمام تر مال و زر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر کر دیا اور آپ کی خدمت میں سپرد کرتے ہوئے کہا۔ آپ جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں اسے خرچ کر سکتے ہیں۔ میرے آقا یہ تمام دولت آپ کی ہے۔ اب اس کے مالک آپ ہیں۔

آپ اسے آزادی سے بلا ہچکچاہٹ اپنے تصرف میں لا سکتے ہیں۔اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دولت دین اسلام کی راہ میں خرچ ہو رہی ہے اور اس کا کوئی حساب کتاب نہیں۔

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے نکاح کے بعد کے مالی معاملات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہ کی (تجارت) ایک خاندان کی مشترکہ تجارت تھی جس میں میاں بیوی دونوں برابر کے شریک تھے اگرچہ مال وکارواں زوجہ گرامی کا تھا۔پچیس سال کی عمر سے چالس برسوں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مشترکہ تجارت کے شریک کار گزار تھے اور حضرت خدیجہر ضی اللہ تعالیٰ عنھا صاحب مال و منافع۔اس خاندانی اور زوجہ وزوج کی کاروباری ترقی ومالداری کی وجہ سے آپ کی غنااور مالداری آپ کی دولت و تجارت کی بناپر تھی نہ کہ مال زوجہ سے۔[69]

سید خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا جیسی فیاضیاں اور سخاوتیں کس میں ہوں گی؟تاریخ انسانیت روز قیامت تک ایسا جود وسخا عورتوں میں کیا مردوں اور بڑے بڑے حاتموں میں بھی نہیں دکھا سکے گی۔خدیجہ وہ رفیقہ رسول ہے جس نے اپنے خزانے راہ مولا میں لٹادیئے۔

جس نے اپنا مال وزر اپنے شوہر عالی مرتبت کی خوشنودی کے لیے وقف کر دیا۔جس نے اپنی تمام دولت اسلام کی خدمت و اشاعت کے لیے صرف کر دی۔جس نے اپنا تمام سرمایہ اہل ایمان کی امداد و عانت کے لیے خرچ کر دیا۔[70]

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبل از تزویج ظاہری مال واسباب کم تھے پھر حضرت خدیجہ سے نکاح کے بعد اللہ نے آپ کو غنا کر دیا۔جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى[71]"اور اس نے آپ کو تنگدست پایا پھر غنی کر دیا"

اس آیت مبارکہ کے حوالے سے مفسرین تفسیر یہی کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کے مال سے باعتبار ظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تونگر کیا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام اغنیاء سے زیادہ غنی ہیں۔اور دونوں جہاں آپ کی نظر ہمت میں مختصر و قلیل ہیں۔[72]

- **ربائب کی پرورش و کفالت:**

ربائب ،ربیب کی جمع ہے جس کا مطلب ہے عورت کے پہلے شوہر کی اولاد۔ تاہم حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مبارک میں آتی ہیں تو اس وقت آپ کی سابقہ شوہروں سے جو اولاد تھی وہ بھی ساتھ تھی۔ بعض روایات میں آپ کے سابقہ شوہروں سے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی جبکہ بعض روایات میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا تھے۔ تاہم یہ سب ربائب النبی تھے۔ جنھیں قبول اسلام کا شرف حاصل ہوا۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے ان سے محبت وشفقت کا جو سلوک روا رکھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

ڈاکٹر لیٰسن مظہر صدیقیؒ خطباتِ سرگودھا میں لکھتے ہیں کہ :

سب سے اہم اور آخری جہت یہ تھی کہ قبل بعثت کے آخری پندرہ برسوں میں حضرت خدیجہ اور حضرت محمد ہاشمی کا ازدواجی رشتہ و تعلق مثالی خاندان قریش سامنے لاتا ہے۔ معاشی و اقتصادی سرگرمیوں کے ساتھ دونوں نے اپنی سگی اولاد اور ربائب دونوں کی تعلیم و تربیت کی، ان کو علوم وفنون سے آراستہ اور خصائل سے پیراستہ کیا۔ ایک خوشحال بلکہ متمول خاندان کے دوسرے ارکان و شرکا اور ماتحت پروردہ افراد کی کفالت کی اور اپنے اعزہ واقربا کے ساتھ صلہ رحمی کی اور دوسروں کے ساتھ احسان کیا۔[73]

خدیجہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازیاں اور توجہات عالیہ سے ان کی تربیت بھی بہت اچھی طرح سے کی گئی۔ جس کا نیک انجام یہ ہوا کہ یہ دونوں بہن بھائی بھی دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے۔ لڑکا (ہند) ممتاز صحابہ میں شمار ہونے لگا اور اس نے "وصاف النبی" کا خطاب پایا۔ لڑکی سے مشہور صحابی محمد مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو معروف راوی حدیث ہیں۔[74]

تاہم یہ وہ صلہ رحمی اور شفقت تھی جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے ایک عظیم درس ٹھہری۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ربیبہ کی ایک باپ کی طرح کفالت فرمائی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ شفقت ہی تھا کہ آپ کی یہ سوتیلی بیٹی اور اس کی اولاد نے اسلام کی خوب خدمت کی۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مبارکہ کو جاری رکھتے ہوئے ربیبہ کے حقوق مقرر فردیے اور یہ حکم دے دیا کہ مرد اپنی سوتیلی بیٹی کا باپ ہے اور اس کی کفالت وپرورش نیز تعلیم و تربیت بھی اسی کے ذمے ہے اور اس سے نکاح بھی حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَرَبَائِبُكُمُ اللاَّتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ اللاَّتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ[75]

لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو (بھی حرام ہیں)

امام ترمذی شمائل میں ۹۷ صحابہ اور صحابیات کی روایت نقل کی ہیں، ان روایتوں میں سب سے زیادہ تفصیل حضرت حسن اور حسین کی اس روایت میں، جو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب ہند ابی ہالہ سے کی ہے، اس کے بعد حضرت علی، حضرت انس اور حضرت عائشہ کی روایات مذکور ہیں، امام حسنین جب ہند ابی ہالہ سے روایت نقل کرتے تھے تو ہند بن ابی ہالہ کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے تھے "کانَ وَصّافاً للنبی صلی اللہ علیہ وسلم"، یعنی لوگوں میں سب سے زیادہ آپ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرنے والے۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ تھے۔[76]

قبل از بعثت کی اس تزویج نبوی ﷺ کی تشریعی اہمیت مسلمہ ہے اور شریعت اسلامیہ کی تکمیل و تشریح میں اس نکاح سے متعلق دیگر معاملات و پہلو ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ابھی منصب نبوت پر سرفراز نہیں بھی ہوئے اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ وابستہ تمام امور کو اسی نہج پر ترتیب و تشکیل دیا جو عین مقصد و مقتضاء شریعت تھا۔ گویا ابتدائے حیات بشری سے ہی آپ ﷺ کے تمام معاملات سنت مطہرہ بنانے کا اہتمام کیا گیا یہ عفت مآبی و راستبازی دراصل منصب نبوت کی تیاری تھی جو تدریجی مراحل سے گزرتی ہوئی آپ ﷺ کو خاتم النبیین کے مقام سے سرفراز فرماتی ہے اور نہ صرف آپ ﷺ کے ہر عمل کو اسوہ حسنہ قرار دے کر تاقیامت مسلمانوں کے لئے قابل اتباع بنایا بلکہ شریعت اسلامیہ کی کاملیت و ابدیت کا تخصص بھی آپ ﷺ ہی کی ذات کو نصیب ہوا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ابن عابدین، محمد امین، ردالمختار شرح تنویر الابصار، دار عالم الکتب، کتاب النکاح، ۵۸/۴، دار عالم الکتب والطباعۃ والنشر: الریاض، س۔ن

[2]۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، القزوینی، السنن، کتاب النکاح، بَابُ لاَ نِكَاحَ إِلاَّ بِوَلِيٍّ، حدیث نمبر: ۱۸۸۲، داراحیاء الکتب العربیہ، ۲۰۰۹ء

[3]۔الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر مع الکفایہ، کتاب النکاح، ۹۳/۳، دار ابن کثیر: بیروت ۱۴۱۴ھ

[4]۔ابن عابدین، محمد امین، ردالمختار شرح تنویر الابصار، ۵۷/۴، دار عالم الکتب: الریاض، س۔ن

[5]۔ مسعود مفتی، منصور احمد بٹ، سیرت النبی اعلان نبوت سے پہلے، ص:۵۳۶، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، ستمبر ۲۰۰۷ء

[6]۔ الاحزاب، ۲۱/۳۳

[7]۔ ازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیا النبی، ۱۲۶/۲، ضیاالقرآن پبلیکیشنز: لاہور، ۱۴۲۰ھ

[8]۔ شبلی نعمانی، علامہ و علامہ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی ۱۴۸/۱، مکتبۃ الاسلامیہ: لاہور، اکتوبر ۲۰۱۲

[9]۔ ندوی، عنایت اللہ وانی، امہات المؤمنین علمی، دعوتی اور معاشرتی سرگرمیوں کے آئینہ میں، ص۴۸، مکتبہ ندویہ دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ، س۔ن

[10]۔ حلبی، علی ابن برہان الدین، السیرۃ النبویہ (سیرت حلبیہ، مترجم: محمد اسلم قاسمی) ۱۴۷/۱، دار الاشاعت: لاہور، ۱۹۹۹ء

[11]۔ گلریز محمود، دورے نبوت میں شادی کی رسوم و رواج اور پاکستانی معاشرہ، ص:۶۸، الائیڈ بک سینٹر: لاہور، ۲۰۱۲ء

[12]۔ شبلی نعمانی، علامہ سیرت النبی، ۱۴۶/۱-۱۴۷

[13]۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب عرض المرأۃ نفسھا علی الرجل الصالح: حدیث نمبر: ۵۱۲۰، کارخانہ تجارت کتب دہلی ۱۹۳۸

[14]۔ البقرۃ، ۲:۲۳۵

[15]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب لا یخطب علی خطبۃ أخیہ، حتی ینکح أو یدع، حدیث نمبر: ۵۱۴۲

[16]۔ رضیہ مدنی، الزواج، ص:۴۰، اسلامک انسٹیٹوٹ: لاہور، ۲۰۰۱۵ء

[17]۔ گلریز محمود، دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج اور پاکستانی معاشرہ، ص:۷۰، الائیڈ بک سینٹر: لاہور، ۲۰۱۳

[18]۔ حلبی، علی ابن برہان الدین، سیرت النبویہ، ۴۳۴/۱

[19]۔ بخاری، کتاب النکاح۔ بَابُ مَنْ قَالَ لاَ نِكَاحَ إِلاَّ بِوَلِيٍّ، حدیث نمبر: ۵۱۲۷

[20]۔ مفتی محمد شفیع، سیرت رسول اکرم، ص:۴۹، ادارہ اسلامیات، لاہور ۱۴۰۴ھ،

[21]۔ محدث دہلوی، شیخ عبد الحق، مدارجِ النبوۃ، (مترجم: غلام معین الدین نعیمی، علامہ) ص:۴۵، ادارہ پیغام القرآن: لاہور، س۔ن

[22]۔ المائدہ، ۵/۵

[23]۔ النساء، ۲۵/۴

[24]ـ ایضاً

[25]ـ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارجِ النبوتہ، :۴۶

[26]ـ رضیہ مدنی، الزواج، باب نکاح کی شرائط، ص:۴۵

[27]ـ ابن ماجہ، کتاب انکاح، باب، کتاب: نکاح کے احکام و مسائل، حدیث نمبر:۱۸۹۶

[28]ـ کیانی، محمد اقبال، نکاح کے مسائل، ص:۱۱۹، مکتبہ بیت السلام، الریاض، س۔ن

[29]ـ بخاری، کتَاب النِّكَاحِ، بَابُ ضَرْبِ الدُّفِّ فِي النِّكَاحِ وَالْوَلِيمَةِ، حدیث نمبر:۵۱۴۷،

[30]ـ ابن ماجہ، کتاب النکاح، بَابُ: الْغِنَاءِ وَالدُّفِّ، حدیث نمبر:۱۹۰۰،

[31]ـ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارجِ النبوتہ، ص:۴۵

[32]ـ ازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاالنبی، ۲/۱۳۶

[33]ـ البقرۃ، ۲/۲۳۲

[34]ـ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب النکاح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ۱۵، حدیث نمبر:۱۱۰۲، دار الغرب اسلامی بیروت لبنان، ۱۹۹۸ء

[35]ـ ابوداود، سلیمان ابن الاشعث السجستانی، السنن، کتاب النکاح، باب فِي الثَّيِّبِ، حدیث نمبر:۲۱۰۰، دار السلام، ریاض، ۱۹۹۸ء

[36]- ایضاً، حدیث نمبر:۲۰۹۹

[37]ـ محمد علی جانباز، شیخ الحدیث، احکام نکاح، ص:۲۲۹، مکتبہ القدسیۃ ۲۰۰۵ء

[38]ـ بخاری، الجامع الصحیح، کِتَاب النِّكَاحِ، بَابُ الأَكْفَاءِ فِي الدِّينِ:، حدیث نمبر:۵۰۹۰

[39]ـ ابن ماجہ، کتاب النکاح، . بَابُ: فَضْلِ النِّسَاءِ، حدیث نمبر:۱۸۵۵

[40]ـ ابن ماجہ کتاب النکاح . بَابُ: الْأَكْفَاءِ، حدیث نمبر:۱۹۶۷

[41]ـ بخاری، الجامع الصحیح، کِتَاب مَنَاقِبِ الْأَنْصَارِ، بَابُ تَزْوِيجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيجَةَ، وَفَضْلُهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا:، حدیث نمبر:۳۸۱۵،

[42]ـ پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ۲/۱۳۵

[43]ـ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارجِ النبوتہ، ص:۴۵

[44]۔فاروقی، محمد ادریس، سیرت خدیجہ الکبری، ص: ۴۴۰، مسلم پبلیکیشنز: لاہور، ۲۰۰۶ء

[45]۔پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، ۲/ ۱۳۶

[46]۔النور ۲۵/ ۳

[47]بخاری، الجامع الصحیح، كِتَاب الشَّهَادَاتِ، بَابُ شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ وَالزَّانِي، حدیث نمبر: ۲۶۴۸

[48]۔ محدث دہلوی، شیخ عبد الحق، مدارجِ النبوتہ، ص ۴۵

[49]۔ایضاً

[50]۔ایضًا، نفس المراجع

[51]۔فاروقی، محمد ادریس، سیرت خدیجہ الکبری، ص: ۵۲

[52]۔ابن ماجہ، کتاب ا لنکاح، بَابُ: خُطْبَةِ ا لنِّكَاحِ، حدیث نمبر: ۱۸۹۴

[53]۔ محمد علی جانباز، شیخ الحدیث، احکام نکاح، ص: ۴۸

[54]۔ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویہ، ۱/ ۱۹۰ دار لمعرفۃ: بیروت، ۱۹۷۱ء

[55]۔ محدث دہلوی، شیخ عبد الحق، مدارجِ النبوتہ، ص: ۴۶

[56]۔نسائی، کتاب انکاح، بَابُ الْقِسْطِ فِي الأَصْدِقَةِ، حدیث نمبر: ۳۳۵۱

[57]۔رضیہ مدنی، الزواج، باب نکاح کی شرائط، ص: ۴۶

[58]۔النساء ۴/ ۴

[59]۔ محدث دہلوی، شیخ عبد الحق، مدارجِ النبوتہ، ص: ۴۶

[60]۔ صدیقی، محمد یسین مظہر، ڈاکٹر، خطبات سر گودھا، ص: ۶۶ شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف سر گودھا، ۲۰۱۶ء

[61]۔ابن ماجہ، السنن، كتاب النكاح، بَابُ: الْوَلِيمَةِ، حدیث نمبر: ۱۹۰۷

[62]۔ابن ماجہ، السنن، كتاب النكاح بَابُ: إِجَابَةِ الدَّاعِي، حدیث نمبر: ۱۹۱۴

[63]۔اندلسی، ابوحیان محمد بن یوسف بن علی، البحر المحیط فی التفسیر، ص: ۱۶، دار لفکر البیروت، ۱۴۲۰ھ

[64]۔ مسعود مفتی، منصور احمد بٹ، سیرت النبی اعلان نبوت سے پہلے، ص: ۵۳۵، علم و عرفان پبلیشرز لاہور، ستمبر ۲۰۰۷ء

[65]۔بخاری، كِتَاب مَنَاقِبِ الأَنْصَارِ ،بَابُ تَزْوِيجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِيجَةَ، وَفَضْلُهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
حدیث نمبر:۳۸۱۸

[66]۔فارقی، محمد ادریس، سیرت خدیجہ الکبری، ص:۶۲-۶۰

[67]۔ابن ماجہ،كتاب النكاح،بَابُ: حُسْنِ مُعَاشَرَةِ النِّسَاءِ،حدیث نمبر:۱۹۷۸

[68]۔ابن ماجہ، کتاب النکاح،، بَابُ:حُسْنِ مُعَاشَرَةِ النِّسَاءِ، حدیث نمبر:۱۹۷۷

[69]۔صدیقی، محمد یسین مظہر ،ڈاکٹر، خطبات سر گودھا، ص:۵۹

[70]۔فارقی، محمد ادریس، سیرت خدیجہ الکبری، ص:۱۴۰

[71]۔الضحی، ۹۳/۸

[72]۔محدث دہلوی، شیخ عبد الحق، مدارجِ النبوتہ، ص:۴۶

[73]۔صدیقی، محمد یسین مظہر ،ڈاکٹر، خطاتِ سر گودھا، ص:۵۵

[74]۔فارقی، محمد ادریس، سیرت خدیج الکبری، ص:۱۰۵

[75]۔النساء،۴/۲۳-۲۴

[76]شمائل للترمذی، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ، ص:۲